رؤیتِ ہلال کا جدید بحران اور اس کا حل

پاکستان اور عصرِ حاضر کے تناظر میں

ایک فکری، شرعی، انتظامی اور اصلاحی جائزہ

مصنف

مفتی ریاض الحق

خادم، الحق تنظیم متھرانو

پرنسپل، گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول بٹگرام

فہرست

انتساب 1

تمہید 2

پہلا باب: رؤیتِ ہلال کی شرعی حیثیت اور اس کی اصل بنیاد 3

دوسرا باب: شہادت کی حیثیت: کیا ہر گواہی قبول کی جائے گی؟ 4

تیسرا باب: قرائن کی شرعی حیثیت 5

چوتھا باب: سائنسی حقائق کی حیثیت: کہاں قطعی، کہاں ظنی؟ 6

پانچواں باب: اگر چاند پیدا ہی نہ ہوا ہو تو رؤیت کا کیا حکم؟ 7

چھٹا باب: موجودہ بحران: پاکستان میں مسئلے کی اصل جڑیں 8

ساتواں باب: پاکستان میں علاقائی فرق اور اس کے اسباب 10

آٹھواں باب: حدیث: روزہ وہ ہے جو سب کا روزہ ہو 11

نواں باب: یہ اجتماعی اور ریاستی عبادت ہے 12

دسواں باب: موجودہ عملی مسائل اور ان کے احکام 13

گیارہواں باب: عوام کے لیے ضروری ہدایات 15

بارہواں باب: رویتِ ہلال کمیٹی کی اصلاح کیوں ضروری ہے؟ 16

تیرہواں باب: ایک مضبوط قومی نظام کی ضرورت 17

چودہواں باب: مکمل ریاستی کنٹرول کی ضرورت 18

پندرہواں باب: علماء اور ماہرینِ فلکیات کا اشتراک 19

سولہواں باب: فرقِ ریاست اور فرقِ بلد کی رعایت 20

سترہواں باب: اہلِ علم، خطباء اور مدارس کی ذمہ داری 21

اٹھارہواں باب: اصل بیماری: بے نظمی، بد اعتمادی اور جذباتی مزاج 22

انیسواں باب: اصلاحی تجاویز 23

اختتامی کلمات 24

انتساب

یہ مختصر کتابچہ اُن اہلِ ایمان، اہلِ علم، ذمہ دارانِ ریاست، اراکینِ رویتِ ہلال کمیٹی، ائمہ، خطباء، معلمین، طلبہ، اور عام مسلمانوں کے نام منسوب ہے جو دین کے شعائر کی حفاظت، امت کے اتحاد، اور اجتماعی عبادات کے صحیح نظم کے لیے فکر رکھتے ہیں۔

خصوصاً یہ تحریر موجودہ دور کے اُس فکری، انتظامی اور دینی بحران کے پس منظر میں لکھی گئی ہے جو رمضان، عیدالفطر، عیدالاضحی اور رؤیتِ ہلال کے مسئلے میں بار بار ظاہر ہو رہا ہے، تاکہ اس میں اصلاح کی کوئی سنجیدہ راہ نکل سکے۔

تمہید

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، امابعد

رؤیتِ ہلال کا مسئلہ اسلام کے اُن اجتماعی شعائر میں سے ہے جن کا تعلق صرف فرد کی نجی عبادت سے نہیں بلکہ پوری امت کے اجتماعی نظم، دینی وحدت اور ریاستی انتظام سے ہے۔

لیکن عصرِ حاضر میں خصوصاً پاکستان میں یہ مسئلہ ایک سنگین بحران کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ایک ہی ملک میں مختلف علاقوں میں مختلف دنوں میں روزہ رکھا جاتا ہے، کہیں ایک دن پہلے عید ہو جاتی ہے، کہیں ایک دن بعد، اور بعض دفعہ صورتِ حال یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک طرف عید منائی جا رہی ہوتی ہے، دوسری طرف روزہ رکھا جا رہا ہوتا ہے۔

زیرِ نظر تحریر اسی بحران کا ایک اصولی، فقہی، انتظامی اور اصلاحی جائزہ ہے، جس میں کوشش کی گئی ہے کہ:

رؤیتِ ہلال کے شرعی اصول واضح کیے جائیں، شہادت اور قرائن کی حیثیت کو سمجھایا جائے، جدید سائنسی حقائق کی درست جگہ متعین کی جائے، پاکستان میں پیدا ہونے والے عملی اور جدید مسائل کو ذکر کیا جائے، اور اس پورے بحران کے حل کے لیے ایک معتدل، منظم اور قابلِ عمل لائحۂ عمل پیش کیا جائے۔

یہ تحریر نہ کسی گروہ کی تحقیر کے لیے ہے، نہ کسی خاص شخصیت یا ادارے کی تردید کے لیے، بلکہ دردِ دل کے ساتھ، اصلاحِ احوال کی نیت سے، امت کے اتحاد اور دین کے وقار کی خاطر لکھی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول فرمائے، اسے اصلاح و ہدایت کا ذریعہ بنائے، اور امت کو فتنۂ اختلاف سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

پہلا باب: رؤیتِ ہلال کی شرعی حیثیت اور اس کی اصل بنیاد

اسلام میں قمری مہینوں کی تعیین ایک بنیادی شرعی مسئلہ ہے، کیونکہ رمضان کے روزے، عیدالفطر، عیدالاضحی، حج، ایامِ تشریق، اعتکاف اور بہت سے دیگر احکام انہی قمری مہینوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔اس لیے شریعت نے ان کی تعیین کے لیے واضح اصول دیے ہیں۔

صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ

ان احادیث سے چند بنیادی اصول معلوم ہوتے ہیں:

اول: قمری مہینے کے آغاز اور اختتام کا اصل مدار رؤیتِ ہلال پر ہے۔

دوم: اگر رؤیت نہ ہو سکے تو تیس دن مکمل کیے جائیں۔

سوم: یہ مسئلہ ظن و تخمین، جذبات یا غیر ذمہ دارانہ اندازوں پر نہیں بلکہ منظم اور معتبر طریقہ پر قائم ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت میں رؤیت ایک نظم کے ساتھ مطلوب ہے، محض ہر فرد کا اپنا اپنا اعلان مطلوب نہیں۔ کیونکہ اگر ہر شخص کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ اپنی ذاتی رائے، مقامی فضا، سنی سنائی بات، یا غیر مصدقہ خبر پر روزہ اور عید کا فیصلہ کرنے لگے تو اجتماعی عبادات میں شدید فساد پیدا ہو جائے گا۔

دوسرا باب: شہادت کی حیثیت: کیا ہر گواہی قبول کی جائے گی؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رؤیتِ ہلال میں اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ 'میں نے چاند دیکھ لیا' تو اب اس کی گواہی کو ہر حال میں قبول کرنا لازم ہے۔ یہ تصور درست نہیں۔

اسلام میں شہادت کی بڑی اہمیت ہے، لیکن شہادت مطلق اور غیر مشروط نہیں ہوتی۔ فقہاء نے واضح کیا ہے کہ گواہی کی قبولیت کے لیے صرف عادل ہونا کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ گواہی حقیقتِ واقعہ کے موافق ہو، قرائن کے خلاف نہ ہو، حسی یا عقلی استحالہ سے متصادم نہ ہو، اور ایسے حالات میں نہ دی گئی ہو جہاں غلط فہمی غالب ہو۔

لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی بات کی گواہی دے جو واقعہ کے خلاف ہو، تو صرف اس کے متقی یا نیک ہونے کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

مثلاً اگر سورج غروب ہو چکا ہو اور گھڑی، مشاہدہ اور یقینی علم سے یہ بات واضح ہو، پھر کوئی دو آدمی آ کر کہیں کہ 'سورج ابھی غروب نہیں ہوا'، تو ایسی گواہی رد کر دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں گواہی کو حقیقت سے کاٹ کر نہیں دیکھا جاتا۔

تیسرا باب: قرائن کی شرعی حیثیت

قرآن مجید نے خود ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ فیصلہ صرف ظاہری دعوے پر نہیں بلکہ قرائن پر بھی کیا جاتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کہتا ہے:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

یہاں فیصلہ محض زبانی دعوے پر نہیں بلکہ قرینے پر قائم کیا گیا۔ یہ قرآن کی طرف سے اس اصول کی بڑی روشن مثال ہے کہ قرائن کی حیثیت معتبر ہے۔

رؤیتِ ہلال کے مسئلے میں بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ اگر کوئی گواہی ایسے حالات میں دی جارہی ہو جہاں قوی قرائن اس کے خلاف ہوں، تو اس گواہی کو جانچا جائے گا، نہ کہ فوراً قبول کرلیا جائے گا۔

یہاں ایک بہت اہم فرق سمجھنا ضروری ہے۔ فلکیات یا سائنسی حسابات ایک ہی درجے کے نہیں ہوتے۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جو تقریباً قطعی اور یقینی درجے کی ہیں، اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو ظنی اور احتمالی ہیں۔

قطعی یا قریب القطعی امور:

- چاند کی پیدائش کب ہوئی۔
- سورج کب غروب ہوگا۔
- چاند غروبِ آفتاب کے وقت افق کے اوپر موجود ہے یا نیچے۔
- اس کی عمر کتنی ہے۔
- افق سے اس کے زاویے کی بلندی کتنی ہے۔

ظنی یا احتمالی امور:

- چاند انسانی آنکھ سے نظر آئے گا یا نہیں۔
- بادل، غبار، روشنی، موسمی کیفیت یا بصری کمزوری کے باوجود کسی خاص مقام پر عملی رؤیت ہو سکے گی یا نہیں۔

لہٰذا اعتدال کی راہ یہ ہے کہ جہاں فلکیات قطعی حقیقت بتا رہی ہو، وہاں اسے نظر انداز نہ کیا جائے، اور جہاں وہ محض امکان یا عدمِ امکان کا ظنی درجہ بتا رہی ہو، وہاں رؤیتِ معتبرہ کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔

پانچواں باب: اگر چاند پیدا ہی نہ ہوا ہو تو رؤیت کا کیا حکم؟

یہ عصرِ حاضر کے بڑے اہم مسائل میں سے ہے۔ اگر فلکیاتی حقیقت یہ ہو کہ فلاں دن غروبِ آفتاب سے پہلے چاند کی پیدائش ہی نہیں ہوئی، یعنی ہلال وجود میں ہی نہیں آیا، تو اس صورت میں کسی شخص کا یہ دعویٰ کہ 'میں نے چاند دیکھا' نہ صرف سائنسی طور پر غلط ہوگا بلکہ شرعی اعتبار سے بھی قابلِ قبول نہیں ہوگا۔

اس لیے کہ شریعت محال چیز کو قبول نہیں کرتی۔ فقہی اصول ہے کہ جب کوئی چیز عقلاً یا عادتاً ناممکن ہو، تو اس کے متعلق گواہی مردود ہوتی ہے۔

پس اگر چاند ابھی پیدا ہی نہیں ہوا، تو رؤیت کا دعویٰ حقیقت کے خلاف، قرینہ کے خلاف، اور حسی امکان کے خلاف ہوگا۔ ایسی شہادت کو قبول کرنا شریعت کے مزاج کے بھی خلاف ہے۔

پاکستان میں رؤیتِ ہلال کا مسئلہ صرف ایک علمی اختلاف نہیں رہا، بلکہ اس کی جڑیں بہت گہری اور متنوع ہیں۔ان میں چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔سیاسی اثرات

بعض اوقات دینی مسئلے بھی سیاسی ماحول سے متاثر ہو جاتے ہیں۔جب کسی خطے، جماعت یا حکومت کی سیاسی ترجیحات دینی شعائر کے فیصلوں پر اثر انداز ہونے لگیں تو خالص علمی اور شرعی فیصلے کمزور پڑ جاتے ہیں۔

۲۔عوامی دباؤ

کئی مرتبہ عوامی جذبات، ہجوم کی نفسیات، یا مقامی ضد و تعصب فیصلہ سازی پر حاوی ہو جاتے ہیں۔

۳۔ریاست کی غیر سنجیدگی

یہ مسئلہ بہت حد تک اس لیے بگڑا کہ ریاست نے اسے ایک منظم، مضبوط اور ناقابل تفرقہ اجتماعی مسئلہ سمجھ کر اس پر بھرپور کنٹرول قائم نہیں کیا۔

۴۔مرکزی اور صوبائی نظام کا کمزور ربط

مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی موجود ہے، صوبائی کمیٹیاں بھی ہیں، مگر ان کے درمیان ایسا ربط، نظم اور اتھارٹی نہیں جو پورے ملک میں عملی یکسانیت پیدا کر سکے۔

۵۔ غیر مستند مقامی قیادت

بعض علاقوں میں ہر وہ شخص جو مقامی اثر رکھتا ہے یا مائیک تک پہنچتا ہے، وہ خود کو فیصلہ ساز سمجھنے لگتا ہے۔

۶۔ ریاستی اتھارٹی پر کمزور اعتماد

بعض علاقوں میں مرکزی کمیٹی پر اعتماد کم ہے۔ اس کی ایک وجہ بعض حقیقی کمزوریاں اور قابلِ اعتراض پہلو بھی ہیں، اور ایک وجہ غیر ضروری بداعتمادی اور علاقائی مزاج بھی ہے۔

یہ بھی مشاہدہ ہے کہ پاکستان کے بعض حصوں، خاص طور پر پنجاب اور سندھ میں عموماً مرکزی اعلان کی پابندی زیادہ ہوتی ہے، جبکہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے بعض علاقوں میں اختلاف زیادہ سامنے آتا ہے۔

۱۔افغانستان کے اثرات

بعض سرحدی علاقوں کے لوگوں کا افغانستان سے گہرا تعلق رہا ہے۔ پہلے کئی لوگ افغانستان کے اعلان اور وہاں کے نظم کے ساتھ الحاق رکھتے تھے، اور پاکستان میں رہتے ہوئے بھی وہاں کے فیصلوں سے متاثر ہوتے تھے۔

۲۔سرحدی نقل و حرکت

بعض لوگ افغانستان سے آتے جاتے رہے، یا ان کے خاندان، تعلقات اور دینی رجحانات سرحد پار سے جڑے رہے۔ نتیجتاً وہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی وہاں کے اعلانات کو اپنے اوپر نافذ سمجھتے رہے۔

۳۔بعض گروہوں کا ریاستی نظم سے فاصلہ

بعض طبقات یا دینی رجحانات ایسے بھی پائے گئے جنہوں نے پاکستانی ریاستی نظم کو اس درجہ قبول نہیں کیا جس درجہ اجتماعی دینی شعائر میں کرنا چاہیے تھا۔

۴۔مقامی مذہبی قیادت کا الگ مزاج

کچھ علاقوں میں مقامی علماء یا مذہبی قائدین مرکزی نظم سے ہٹ کر الگ اعلان کو جائز یا ترجیحی سمجھتے رہے۔

آٹھواں باب: حدیث: روزہ وہ ہے جو سب کا روزہ ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:

الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ، وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، وَالْأَضْحَى يَوْمَ تُضَحُّونَ

یعنی روزہ وہ دن ہے جس دن تم سب روزہ رکھو، عید الفطر وہ دن ہے جس دن تم سب افطار کرو، اور عید الاضحی وہ دن ہے جس دن تم سب قربانی کرو۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبادات محض انفرادی ذوق کی چیزیں نہیں بلکہ اجتماعی اور اعلانیہ عبادات ہیں۔ ان میں جماعت، اجتماع، امت، نظم، اور اجتماعی موافقت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

لہٰذا اگر ایک شخص خود کو باقی سب سے الگ کر لے، نہ وہ اجتماعی روزہ کے ساتھ ہو، نہ اجتماعی عید کے ساتھ، تو وہ اس روح کے خلاف جا رہا ہے جس کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے۔

نواں باب: یہ اجتماعی اور ریاستی عبادت ہے

روزہ اگرچہ ظاہری طور پر فرد ادا کرتا ہے، لیکن رمضان کا آغاز اور اختتام، عیدین، وقوفِ عرفہ، قربانی اور دیگر متعلقہ اعمال ایک اجتماعی نظم کے تابع ہیں۔

آج دنیا مختلف ریاستوں میں تقسیم ہے: سعودی عرب ایک مستقل ریاست ہے، افغانستان ایک مستقل ریاست ہے، پاکستان ایک مستقل ریاست ہے، ہندوستان ایک مستقل ریاست ہے، اور مغربی ممالک کے مسلمان اپنی اپنی ریاستوں اور مقامی نظم کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔

ایسی صورت میں ہر ملک کے مسلمانوں کو اپنے معتبر اجتماعی و ریاستی نظم کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ ایک ملک میں رہتے ہوئے دوسرے ملک کے اعلان کو اپنے اوپر لاگو کرنا اجتماعی نظم کو توڑ دیتا ہے اور فساد پیدا کرتا ہے۔

یہ وہ مسائل ہیں جو حالیہ بحران میں واضح طور پر سامنے آئے:

مسئلہ ۱: ایک شخص سعودی عرب سے آیا، پاکستان میں اس کا ۳۱واں روزہ

اگر کوئی شخص سعودی عرب میں روزے شروع کر کے پاکستان آ جائے اور پاکستان میں عید ایک دن بعد ہو، تو اب وہ پاکستان میں رہتے ہوئے پاکستان کے اعلان کے مطابق عمل کرے گا۔ اگر اس کے روزے 31 بن جاتے ہیں تو یہ تبعاً ہو گا، اس میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۲: بعض لوگ مقامی اعلان پر اعتکاف چھوڑ کر گھر چلے گئے

اگر مرکزی اور صوبائی مجاز کمیٹیوں نے اعلان کر دیا تھا کہ چاند نظر نہیں آیا، پھر بھی بعض لوگوں نے مقامی اعلان پر اعتماد کر کے اعتکاف توڑ دیا، تو ان کا اعتکاف ٹوٹ گیا۔ اس کی قضا لازم ہو گی۔

مسئلہ ۳: بعض لوگوں نے روزہ نہیں رکھا

جن لوگوں نے غلط اعلان کی بنیاد پر روزہ چھوڑ دیا، حالانکہ رمضان کا دن تھا، ان پر لازم ہے کہ وہ اس دن کی قضا کریں۔

مسئلہ ۴: بعض لوگوں نے نہ عید کی، نہ روزہ رکھا

یہ صورت اور بھی زیادہ غلط ہے۔ اگر کسی نے اختلاف کی وجہ سے نہ روزہ رکھا اور نہ عید کے تقاضے پورے کیے، تو اس نے ایک شرعی دن کو ضائع کر دیا۔ ایسے شخص پر قضا لازم ہو گی۔

مسئلہ ۵: عوام کی بدزبانی

بعض عام لوگ اس اختلاف کے دوران علماء، دینی کمیٹیوں، شعائرِ دین، یا پورے دینی نظام کے خلاف سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کو فوراً توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

گیارہواں باب: عوام کے لیے ضروری ہدایات

عوام کے لیے چند باتیں سمجھنا نہایت ضروری ہیں:

1۔ روزہ اور عید کے مسئلے میں وہ خود مختار مفتی یا فیصلہ ساز نہ بنیں۔

2۔ مجاز علماء، معتبر کمیٹیوں اور اجتماعی نظم کی پابندی کریں۔

3۔ کسی غیر مجاز مقامی اعلان، سوشل میڈیا پوسٹ، یا جذباتی تقریر پر فوراً عمل نہ کریں۔

4۔ علماء، کمیٹیوں اور دینی شعائر کے خلاف زبان درازی نہ کریں۔

5۔ اگر غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کریں۔

6۔ آئندہ کے لیے نظم و ضبط کی پابندی کریں۔

بارہواں باب: رویتِ ہلال کمیٹی کی اصلاح کیوں ضروری ہے؟

یہ کہنا کافی نہیں کہ 'کمیٹی موجود ہے، بس اسی پر چلیں'۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عوام کے ایک طبقے میں کمیٹی کے بارے میں بداعتمادی پیدا ہو چکی ہے، یا اس کے بعض طریقۂ کار قابلِ اعتراض سمجھے جاتے ہیں، تو اس کی اصلاح ناگزیر ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ کمیٹی کو زیادہ مؤثر بنایا جائے، اس میں واقعی معتمد، جید اور باوقار علماء شامل ہوں، ماہرینِ فلکیات شامل ہوں، ریاست کے اعلیٰ ذمہ دار عہدیدار شامل ہوں، کمیٹی کی کارروائی، اصول اور نظام زیادہ شفاف ہوں، اور عوام کے اعتماد کی بحالی کو ترجیح دی جائے۔

تیرہواں باب: ایک مضبوط قومی نظام کی ضرورت

پاکستان میں ایک ایسا مضبوط، متحد اور قابلِ نفاذ نظام ہونا چاہیے جس میں مرکزی کمیٹی اصل اتھارٹی ہو، صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں اس کی پابند ہوں، کوئی غیر مجاز اعلان معتبر نہ ہو، شہادتوں کی جانچ منظم انداز میں ہو، سائنسی حقائق کو معاون قرینہ کے طور پر استعمال کیا جائے، اور فیصلہ ہونے کے بعد پورے ملک میں یکساں نفاذ ہو۔

یہ نظام محض رسمی نہ ہو بلکہ ریاستی قوت کے ساتھ نافذ ہو۔

چودھواں باب: مکمل ریاستی کنٹرول کی ضرورت

جب تک اس مسئلے کو مکمل ریاستی سنجیدگی اور کنٹرول کے تحت نہیں لیا جائے گا، یہ بحران ہر سال کسی نہ کسی صورت میں لوٹتا رہے گا۔

افغانستان اور سعودی عرب میں جو بات قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ وہاں ریاستی اعلان کے بعد عام طور پر کسی فرد یا علاقے کو الگ نظم چلانے کی جرات نہیں ہوتی۔ چاہے فیصلہ صحیح ہو یا غلط، نظم قائم رہتا ہے۔

پاکستان میں بھی اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہے کہ اعلان صرف مجاز ریاستی پلیٹ فارم سے ہو، غیر مجاز اعلانات کو روکا جائے، میڈیا، مساجد اور سوشل پلیٹ فارمز پر نظم قائم کیا جائے، اور عوام کو قانوناً اور انتظاماً ایک نظام کا پابند بنایا جائے۔

پندرھواں باب: علماء اور ماہرینِ فلکیات کا اشتراک

یہ مسئلہ نہ صرف فقہی ہے اور نہ صرف سائنسی، بلکہ دونوں جہتوں کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اس کا درست حل بھی دونوں کے اشتراک سے ممکن ہے۔

ایک طرف جید علماء ہوں جو نصوص، فقہ، شہادت، قضا اور اجتماعی عبادات کے اصولوں کو سمجھتے ہوں۔ دوسری طرف ماہرینِ فلکیات ہوں جو چاند کی پیدائش، عمر، غروب، ارتفاع، اور رؤیت کے امکانات کے بارے میں درست معلومات فراہم کریں۔

فیصلہ علماء کریں، مگر معلومات میں ماہرینِ فلکیات کی مدد شامل ہو۔ یہی متوازن راستہ ہے۔

سولہواں باب: فرقِ ریاست اور فرقِ بلد کی رعایت

یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ آج کی دنیا میں ہر ملک کا اپنا نظم، اپنی سرحدیں، اپنا عدالتی وانتظامی ڈھانچہ، اور اپنی اجتماعی اتھارٹی ہے۔ایسے میں ایک ملک کے اندر رہنے والے افراد کا دوسرے ملک کے اعلان پر عمل کرنا بہت سے مسائل پیدا کرتا ہے۔

1۔ پاکستان میں رہنے والا پاکستان کے معتبر اعلان کی پابندی کرے

2۔ سعودی عرب میں رہنے والا سعودی عرب کے نظم کی پابندی کرے

3۔افغانستان میں رہنے والا افغانستان کے نظم کی پابندی کرے

4۔ہندوستان اور دیگر ممالک میں رہنے والے اپنے معتبر مقامی نظم کے تابع رہیں

یہی اجتماعی نظم، وحدت اور فساد سے بچاؤ کا راستہ ہے۔

اس مسئلے میں اہلِ علم کی ذمہ داری بھی بہت بڑی ہے۔انہیں چاہیے کہ:

1۔ عوام کو جذباتی نہیں، اصولی تعلیم دیں

2۔ رویتِ ہلال کو فساد اور مناظرے کا موضوع نہ بنائیں

3۔ اجتماعی عبادات کی روح سمجھائیں

4۔ بداعتمادی کے بجائے اصلاح کا راستہ اختیار کریں

5۔ مقامی و وقتی جذبات سے اوپر اٹھ کر امت کے وسیع تر مفاد کو دیکھیں

اٹھارہواں باب: اصل بیماری: بے نظمی، بداعتمادی اور جذباتی مزاج

اگر اس پورے مسئلے کا خلاصہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل بیماری صرف رؤیت کا اختلاف نہیں بلکہ بے نظمی، بداعتمادی، غیر ذمہ دارانہ قیادت، ریاستی کمزوری، اور جذباتی طرزِ عمل ہے۔

جب تک ان بنیادی بیماریوں کا علاج نہیں ہوگا، اس وقت تک صرف فقہی بحثوں سے مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہوگا۔

اس بحران کے حل کے لیے درج ذیل اقدامات نہایت ضروری ہیں:

1۔ مرکزی، صوبائی اور ضلعی کمیٹیوں میں مکمل ربط پیدا کیا جائے۔

2۔ تمام صوبائی و ضلعی کمیٹیاں مرکزی کمیٹی کی پابند ہوں۔

3۔ کمیٹی کی اصلاح کی جائے یا ضرورت ہو تو از سرِ نو بااعتماد تشکیل دی جائے۔

4۔ معتمد علماء، ماہرینِ فلکیات اور اعلیٰ حکومتی عہدیدار اس میں شامل کیے جائیں۔

5۔ شہادتوں کی جانچ سائنسی قرائن کے ساتھ منظم انداز میں کی جائے۔

6۔ غیر مجاز اعلانات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

7۔ عوامی تربیت کی جائے کہ وہ نظم و ضبط کی پابندی کریں۔

8۔ دینی شعائر کے خلاف بدزبانی سے روکا جائے۔

9۔ ہر شخص اپنے موجودہ ملک اور ریاستی نظم کے مطابق عمل کرے۔

10۔ اختلاف کی صورت میں توبہ، رجوع اور اصلاح کا راستہ اختیار کیا جائے۔

اختتامی کلمات

رؤیتِ ہلال کا مسئلہ بظاہر چاند دیکھنے کا مسئلہ ہے، مگر حقیقت میں یہ امت کے نظم، دینی شعور، ریاستی سنجیدگی، فقہی بصیرت، عوامی تربیت اور اجتماعی وحدت کا مسئلہ ہے۔

اگر اس مسئلے کو صرف جذبات، علاقائی ضد، سنی سنائی خبروں، یا غیر مجاز اعلانات کے حوالے کر دیا جائے، تو ہر سال رمضان اور عید امت کے لیے رحمت کے بجائے اضطراب کا سبب بنیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شریعت کے اصولوں کو سمجھیں، قرائن اور حقیقت کو نظر انداز نہ کریں، اجتماعی عبادات کو اجتماعی نظم کے ساتھ ادا کریں، علماء اور ریاستی اداروں کی اصلاح بھی چاہیں اور ان کی پابندی بھی کریں، اور عوام میں نظم، ادب اور احتیاط پیدا کریں۔

عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلے میں علماء، معتبر کمیٹیوں اور ریاستی نظم کی پابندی کریں، بدزبانی، مذاق، طعن اور دینی شعائر کے خلاف زبان درازی سے بچیں، اور اگر کچھ غلط بات زبان سے نکل گئی ہو تو سچے دل سے توبہ و استغفار کریں۔

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ